حوصلہ تھا تمہیں مصیبت سے نکال نہ سکا آج سے تم ہماری بات مانو گے اور اپنے حالات سدھارو گے، خوراک اگاؤ، موسموں پر قابو پاؤ گے، زمین سے معدنیات اور جواہرات نکالو گے اور دُنیا کو تسخیر کرلو گے۔ لوگ محنت پسند خردمند کے پاؤں پر گرے اس نے ہمت اور تحمل کو ان پر افسر مقرر کیا جو لوگوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں لے گئے۔ لوگوں نے سخت محنت کی تو چند روز میں دُنیا کی صورت ہی بدل گئی۔ گاؤں، قصبے، شہر آباد ہوئے۔ اناج اور میووں کی فراوانی ہوگئی، بازار سج گئے اور عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ محنت پسند خردمند نے سلطان محنت پسند کا لقب حاصل کیا اور ایک وسیع سلطنت قائم کر لی۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے:

الف: زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے لوگ کس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے؟

جواب: جب زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ نہیں لگا تھا تو لوگ خوش حالی اور بے فکری کی زندگی گزارتے تھے۔ خسرو آرام بادشاہ کی حکومت تھی اور ملک میں ہر طرف فراغت تھی۔ ہمیشہ صبح کا وقت اور بہار کا موسم رہتا تھا۔

ب: جب غرور، خود پسندی اور حسد نے دُنیا میں ڈیرے ڈالے تو لوگوں پر کیا اثرات ہوئے؟

جواب: غرور، خود پسندی اور حسد نے لوگوں کے مزاج بدل دیئے۔ پہلے سب اپنی خوش حالی اور بے احتیاجی ہی کو تونگری سمجھتے تھے لیکن اب یہ سوچ پیدا ہوئی کہ اپنی خوش حالی کے باوجود تونگر ہم اسی وقت ہوں گے جب ہمسایہ ہمارا محتاج ہو اور اگر ہمسایہ خوش حال ہے تو ہم تونگر نہیں بلکہ محتاج ہیں۔

ج: احتیاج اور افلاس نے حضرت انسان پر کیا کیا اثرات ڈالے؟

جواب: احتیاج اور افلاس کا بزرگانہ لباس دیکھ کر حضرت انسان نے ان کی مریدی اختیار کی۔ ہر شخص خود کو حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا۔ طرح طرح کی حاجتوں نے لوگوں کو گھیر لیا۔

د: محنت پسند خردمند سے رجوع کرنے کے کیا اسباب ہوئے؟

جواب: تدبیر اور مشورہ نے لوگوں کو بتایا کہ احتیاج و افلاس کا ایک بیٹا محنت پسند خردمند ہے۔ اس نے اُمید کا دودھ پیا ہے۔ ہنرمندی نے اسے پالا ہے۔ کمال کا شاگرد ہے۔ جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ یہ سن کر سب محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے۔

ہ: محنت پسند خردمند کی شکل و شباہت کیسی ہے؟

جواب: محنت پسند خردمند قوی ہیکل جوان ہے۔ اس کا چہرہ ہوا سے جھرجھرایا، دُھوپ سے تمتمایا ہوا، بدن مشقت کی ریاضت سے اینٹھا ہوا، پسلیاں اُبھری ہوئی ہیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں زراعت کا سامان، دوسرے میں معماری کے اوزار ہیں۔

و: زمانے میں ہمت اور تحمل کا عمل دخل ہوا تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: ہمت اور تحمل نے انسانوں کو کان کنی، زمین ہموار کرنا اور آبپاشی سکھائی۔ لوگوں کی محنت سے چند روز میں

زمین پر شہر، قصبے اور گاؤں آباد ہو گئے۔ کھیت اناج سے اور باغ میووں سے بھر گئے۔

ز: انسان کو دُنیا میں کون سے رویے زیب دیتے ہیں؟

جواب: انسان کو محنت، ہمت اور تحمل کے رویے زیب دیتے ہیں۔ یہ رویے اپنا کر ہی وہ دُنیا میں باعزت زندگی گزار سکتا ہے۔

2۔ سبق کے متن کے پیشِ نظر ''محنت کی برکات'' پر ایک مضمون لکھیے:

جواب:

محنت کی برکات (مضمون)

محنت سے مراد مشقت، ریاضت، کوشش، سرگرمی، جانفشانی، مزدوری اور ذہن و بدن کی قوت استعمال کرنا ہے، جب انسان کوئی کام سرانجام دینا چاہتا ہے تو ذہن میں اُس کا خاکہ بنا کر وسائل مہیا کرتا ہے۔ وسائل مہیا کرنے میں بھی محنت کرتا ہے، پھر کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مشقت برداشت کرتا ہے، جس کی برکت سے کام مکمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے وقت جب اس میں اپنی رُوح پھونکی تو اس کے ساتھ ہی انسانی فطرت میں اپنی صفات پیدا کر دیں اور اس کے وجود میں جوہر رکھ دیئے، جن کو کام میں لا کر انسان تخلیقی عمل انجام دیتا ہے۔ کسی جوہر سے کام لینا کوئی آسان عمل نہیں ہے۔ انسان جتنے بڑے مقصد کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے لیے اسے اتنی ہی زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، جو لوگ زندگی کو حسرت و یاس کے سائے میں دیکھتے ہیں وہ ہمت سے کام نہیں لیتے۔ اس لیے زندگی بھی ناکام گزارتے ہیں۔ بعض لوگ زندگی میں اُمید کا عمل دخل زیادہ دیکھتے ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور مایوسیوں کے اندھیروں کو اُمیدوں، محنتوں اور مشقتوں کے چراغوں سے روشن کرتے ہیں۔ انسانی زندگی پر جتنا بھی غور کریں ہمیں زندگی، مسلسل جدوجہد اور کوششِ پیہم ہی کا دوسرا نام نظر آتی ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''انسان کے لیے اور کچھ نہیں سوائے اس کے، کہ جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔'' دنیا کے ہر مفکر نے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسانوں کو محنت ہی کا درس دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری اس سبق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ تو کسی منزل پر پہنچنے کے بعد بھی کوشش ختم کر دینے کا سبق نہیں دیتے۔

ے تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اسی طرح ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ے زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دِل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

محنت کا پھل دراصل محنت کی برکت ہے، جس سے انسان اپنے اعلیٰ مقاصد حاصل کرتا ہے۔ ان

مقاصد کے سامنے وقت کی ہر رفعت سر جھکاتی ہے۔ ہر منزل سرنگوں ہوتی ہے۔ ہر کامیابی قدم چومتی ہے۔

تاریخِ عالم کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں دُنیا میں جن لوگوں کو ناموری میسر ہوئی انہوں نے مسلسل محنت کی، اور عام گھرانوں میں پیدا ہو کر بھی محنت کی برکات سے نام کمایا۔ انہوں نے مشقت کی ذِلت اُٹھا کر بڑائی پائی ہے۔ مشقت اور محنت کے بغیر کبھی کسی کو فضیلت، عزت اور فرماں روائی نہیں ملی۔ مولانا حالی کہتے ہیں:

شعر نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

بزرگوں نے اپنے مشاہدات اور تجربات کا نچوڑ ان لفظوں میں پیش کیا ہے کہ زمانے کی رو میں نہ بہہ جانا بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ ملا کر چلنا، زمانے کے ساتھ لڑو گے تو عزت پاؤ گے، ورنہ زمانے کے دریا کی موجیں تمہیں اپنے ساتھ بہا کر لے جائیں گی اور تمہارے وجود کو مٹا کر رکھ دیں گی۔ کیونکہ بقول حالی

شعر دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

وہ شخص جو عمل کی قوت سے عاری ہو اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اسی طرح جو قوم قوتِ عمل سے محروم ہو جاتی ہے۔ وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔ کیونکہ عمل ہی کا دوسرا نام زندگی ہے۔ محنت ہی کی برکات کا ثمرہ کامیاب زندگی ہے، بقول علامہ اقبال:

جنبش سے ہے زندگی جہاں کی — یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی
چلنے والے نکل گئے ہیں — جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

عظیم آدمی، کسی رہبر و رہنما، کسی جنگجو اور جرنیل، پیغمبروں، صحابہ کرام یا کسی اور کی زندگی کا مطالعہ کریں تو مسلسل محنت ہی محنت نظر آتی ہے۔ طرح طرح کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونا، مصائب و آلام کے خلاف نبرد آزما ہونا۔ اپنی تقدیر آپ بنانے کا عمل ہر طرف نظر آتا ہے۔ وہ اپنی خاک کو مکوی انجم میں مقید نہیں رکھتے بلکہ گردشِ افلاک سے ٹکرا جاتے ہیں اور ہمیشہ اپنا جہاں آپ پیدا کرتے ہیں۔ دنیا اگر غالب کو بازیچۂ اطفال نظر آتی ہے، دِن رات کے عمل میں اُسے ایک تماشا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اورنگِ سلیماں محض ایک معمولی کھیل دکھائی دیتا ہے۔ اعجازِ مسیحا اگر صرف ایک معمولی سی بات محسوس ہوتی ہے تو یہ سب محنت ہی کی برکات ہیں۔ سائنس کے تمام کرشمے محنت کے عمل ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

انسانی زندگی کا آغاز جنت میں یقیناً آرام طلبی اور بے عملی سے ہوا تھا لیکن وہ اس جنت کو حقیقی جنت نہیں سمجھتا، وہ چیز جو بغیر محنت کیے مِل جائے، اس کی قدر نہیں ہوتی، بخشے ہوئے فردوس انسان کی نظر میں جچتے نہیں ہیں۔ وہ اپنی جنت کو اپنے خونِ جگر، اپنی محنت کے عمل اور کوششِ پیہم کی جزا سمجھتا ہے۔ اسی بات کو مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے مضمون ''آغازِ آفرینش میں باغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' میں بیان کیا

ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم ''روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے'' میں بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں اکثر مقامات پر ان خیالات کا اظہار ملتا ہے۔ مثلاً

شعر یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

پتھر اور غار کے زمانے سے لے کر انسانی زندگی کا ارتقا محنت ہی کی برکات کا پرتو ہے۔ ہر آدمی کی زندگی میں جہاں کہیں کامیابی نظر آتی ہے تو درحقیقت وہ محنت ہی کی برکت سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالی نے جو صلاحیتیں ہمیں عطا کی ہیں اور جو خوبیاں اور کاملات ہمارے وجود میں رکھ دیے ہیں انہیں پہچانیں اور اپنے ہر مخفی جوہر کو اُجاگر کر کے ان سے کام لیں۔ اگر کہیں ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑے تو ہمت نہ ہاریں بلکہ ہر ناکامی کو کامیابی کا زینہ سمجھ کر آگے بڑھتے رہیں اپنی خامیوں پر نظر رکھیں انہیں دُور کریں اور کامیابیوں کے لیے محنت کرتے رہیں۔ کسی دوسرے کا محتاج ہونے کے بجائے اپنی ہمت سے کام لے کر اپنی دنیا آپ پیدا کریں۔ اپنی ہر مشکل کو آسان بنانا' ہماری محنت کی بدولت ہے۔

مولانا حالی کا فرمان ہے:

شعر چھپا دستِ قدرت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

3: سبق کے حوالے سے درست لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

الف: ہمیشہ صبح کا اور سدا موسم بہار کا رہتا تھا۔ (گرمی' خزاں' بہار)

ب: یہ افلاس ایسی بُری بلا ہے کہ انسان کو بے کس اور بے بس کر دیتی ہے۔ (دولت' مشقت' افلاس)

ج: اپنے کیے کا علاج نہیں۔ (علاج' فائدہ' نقصان)

د: جاڑے نے بالکل لاچار کر دیا۔ (بے حال' افسردہ' لاچار)

ہ: عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ (زمین' آسمان' درختوں)

4: درست بیان کے سامنے ''درست'' اور ''غلط'' کے سامنے ''غلط'' لکھیے۔

الف۔ خسرو آرام رعیت سے خدمت چاہتا تھا۔ غلط

ب۔ جب راحت و آرام کے سامان پیدا ہونے لگے تو رفتہ رفتہ غرور' خود پسندی اور حسد نے باغ سے کوچ کیا۔ غلط

ج۔ پہلے اسی بے احتیاجی کو لوگ تونگری کہتے تھے۔ درست

د۔ چونکہ یہ ساری نحوستیں' احتیاج اور افلاس کی نحوست سے نصیب ہوئی تھیں اس لیے سب اپنے کیے پر پچھتائے۔ درست

ہ۔ خسرو آرام ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا۔ غلط

و۔ محنت پسند خردمند احتیاج و افلاس کا بیٹا ہے۔ درست

ز۔ محنت پسند خردمند نے اُمید کا دودھ پیا ہے، ہنرمندی نے اسے پالا ہے اور وہ کمال کا شاگرد ہے۔ درست

5: رموزِ اوقاف: (Punctuation)

رموزِ اوقاف کی علامتوں کے بغیر تحریر میں نکھار نہیں آتا۔ یہ دراصل وہ علامتیں ہیں جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔ رموزِ اوقاف کی مدد سے پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ جملوں کو کس طرح پڑھنا ہے۔ جملے کے کس حصے کو کس طرح ادا کرنا ہے اور کہاں کہاں اور کس قدر توقف کرنا ہے۔ اگر یہ علامتیں نہ ہوں تو عبارت الفاظ و حروف کا ملغوبہ بن کر رہ جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے میں دُشواری پیش آئے۔ ان کے نہ ہونے سے عبارت کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ رموزِ اوقاف کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ نظر کو سکون ملتا ہے اور پڑھنے والا ہر جملے کے ہر حرف کی اہمیت جان لیتا ہے۔

رموزِ اوقاف کا آغاز بغداد، دمشق اور اُندلس کے عرب علما نے کیا۔ اہلِ یورپ نے علمائے اندلس کی تقلید کی اور تھوڑے سے تغیر سے ان ہی اوقاف کو اپنے یہاں رائج کر لیا۔ آج دنیا کی کم و بیش ہر علمی و ادبی زبان میں رموزِ اوقاف کے طور پر کچھ نہ کچھ علامتیں مقرر اور مستعمل ہیں۔ اُردو میں اس مقصد کے لیے جو معروف علامتیں استعمال کی جاتی ہیں ان کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں:

نام علامت	شکل	نام علامت	شکل
سکتہ یا وقفِ خفیف	،	وقفہ یا نصف وقف	؛
رابطہ یا وقفِ لازم	:	تفصیلیہ	:-
ختمہ یا وقفِ مطلق	۔	استفہامیہ یا سوالیہ	؟
ندائیہ یا فجائیہ	!	قوسین	( )
خط یا لکیر	____	واوین	" "

سبق میں رموزِ اوقاف کے طور پر جو علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔ ان علامتوں کو تلاش کیجیے اور اپنے استاد کی مدد سے ان کا استعمال ذہن نشین کیجیے۔

جواب: سبق میں رموز و اوقات کے طور پر درج ذیل علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔

نام علامت	شکل	نام علامت	شکل
سکتہ یا وقفِ خفیف	،	ندائیہ یا فجائیہ	!
ختمہ یا وقفِ مطلق	۔	قوسین	( )

☆سیاق و سباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح

اقتباس 1: ''وہ انھیں دیکھتے ہی ہنسا اور ایک قہقہہ مار کر پکارا کہ آؤ انسانو! نادانو! آرام کے بندو! عیش کے پابندو! آؤ آؤ آج سے تم ہمارے سپرد ہوئے۔ اب تمھاری خوشی کی اُمید اور بچاؤ کی راہ اگر ہے تو ہمارے ہاتھ ہے۔ خسرو آرام ایک کمزور، کام چور، بے ہمت، کم حوصلہ، بھولا بھالا، سب کے منہ کا نوالا تھا۔ نہ تمھیں سنبھال سکا، نہ مصیبت سے نکال سکا۔ بیماری اور قحط سالی کا ایک ریلا بھی نہ ٹال سکا۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 32)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : محنت پسند خردمند

مصنف کا نام : مولانا محمد حسین آزاد

سیاق و سباق: شامل نصاب مضمون ''محنت پسند خردمند'' مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب ''نیرنگِ خیال'' کے ایک مضمون ''آغازِ آفرینش میں باغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہوگیا'' سے اقتباس ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ شروع میں دُنیا میں سامانِ عیش اور قدرتی نعمتوں کی بہتات تھی اور سب لوگ آرام کی زندگی گزارتے تھے، لیکن پھر حسد، غرور اور خود پسندی کے منفی جذبات نے انسانوں کا مزاج بدل دیا۔ ایک دوسرے کی بدخواہی کا نتیجہ قدرتی نعمتوں سے محرومی کی صورت میں برآمد ہوا۔ قحط اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں تدبیر و مشورہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے محنت پسند خردمند سے رجوع کیا جس نے انھیں سخت محنت کا درس دیا۔ لوگوں کی محنت سے دُنیا میں ایک بار پھر خوش حالی آ گئی۔

تشریح: انسان اپنی فطرت میں موجود نیکی اور خیر خواہی کے تعمیری جذبے کی پرورش کرتا رہے تو دُنیا جنت کا نمونہ بن جاتی ہے لیکن یہی انسان حسد، غرور اور خود پسندی، جیسی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جائے تو اپنی اور دوسروں کی زندگیاں برباد کر دیتا ہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دِلوں میں حسد کا جذبہ نہیں تھا تو ہر طرف سامانِ عیش وافر تھا لیکن جب لوگ ہمسائے کی خوشحالی دیکھ کر جلن محسوس کرنے لگے تو دُنیا میں بیماریاں پھیل گئیں اور قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات سے تنگ آ کر لوگ محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے تو انھیں دیکھتے ہی اس نے قہقہہ لگایا اور بولا آؤ اے نادان انسانو! تم عیش و آرام کے رسیا تھے لیکن آج سے تم ہمارے سپرد ہو۔ دوبارہ خوشحالی کی منزل تک پہنچنا ہے تو ہماری بات ماننا ہوگی یعنی مسلسل محنت کرنا ہوگی۔ وہ خسرو آرام جسے تم فرشتہ سیرت سمجھتے ہو دراصل ایک مست اور بے عمل بادشاہ تھا۔ وہ کمزور، کام چور، بے ہمت اور کم حوصلہ تھا۔ اسی لیے اپنی رعایا کو سنبھال نہ سکا، جب تک سامانِ عیش میسر اور قدرتی نعمتیں مہیا رہیں، اس وقت تک تو کاروبارِ حکومت چلاتا رہا لیکن جب بیماری اور قحط سالی نے حملہ کیا تو فوراً پسپائی اختیار کر لی۔ خسرو آرام گردشِ حالات کا ایک وار بھی برداشت نہ کر سکا۔ اب تم ہماری رعایا ہو۔ ہم تمھیں مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا سکھائیں گے۔

اقتباس 2: ''اتفاقاً ایک میدانِ وسیع میں تختہ پھولوں کا کھلا کہ اس سے عالم مہک گیا مگر بُو اس کی گرم اور تیز تھی۔ تاثیر یہ ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں اور ہر ایک کے دِل میں خود بہ خود یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامانِ عیش و آرام